آغا عبدالغفور

پوٹھوہار میں اسلامی دور کا آغاز

دوآبہ سندھ ساگر کا علاقہ بہت قدیم سے ایک لسانی، جغرافیائی اور مذہبی وحدت ہے، جو تھوڑے بہت جغرافیائی ردوبدل کے ساتھ آج خطۂ پوٹھوہار کہلاتا ہے۔ یونانی مورّخ سٹرابو اس علاقے کو ٹیکسلا کہتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کا رقبہ سلطنت مصر کے برابر ہے۔ اسی سرزمین کو تاریخ میں ٹکادیس، ٹکاوسایا ، تایکسٹر ، تاکیہ ، تقان ، تقین، پوٹوہار اور پٹھوار کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ناموں کے اس تفاوت کے پس منظر میں صدیوں کے دوران زبانوں کا باہم اختلاط اور صوتیات کا انحطاط و انجذاب شامل ہے۔ محققین نے اس خطے کی جغرافیائی حدود کی نشان دہی مختلف انداز میں کی ہے۔ ان میں ڈاکٹر سیف الرحمان ڈار کی رائے زیادہ وقیع ہے۔ وہ ٹکاوسایا کو ٹکاسیلا کی بعد کی ایک صورت قرار دیتے ہیں جو جہلم اور سندھ کے درمیان واقع تھا۔

مشہور مورخ مسعودی دسویں صدی عیسوی اور ماہر طبیب اشرف الزماں طاہر مردیزی بارھویں صدی عیسوی میں ٹکادیس کی حدود کے بارے میں جو صراحت کرتے ہیں، آج کا پوٹھوہار اس سے مماثلت رکھتا ہے۔ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ٹکادیس سلطنت ٹیکسلا یا پوٹھوہار کی کم ازکم ایک ہزار برس سے جغرافیائی سرحدیں بالکل یہی ہیں۔ خلاصۃ التواریخ کے مصنف سجان رائے بٹالوی اور آرائش محفل کے مصنف شیر علی افسوس کے نزدیک بھی جہلم اور سندھ کے درمیان کا علاقہ بیک وقت ولایت پوٹھوہار اور دوآبہ سندھ ساگر کے نام سے مشہور تھا۔

اس علاقے میں مسلمانوں کی آمد ایک بہت بڑا تہذیبی اور ثقافتی واقعہ ہے۔ اس کے اثرات یہاں کی تہذیب و ثقافت پر اس قدر گہرے ہوئے کہ صدیوں کے سفر کے بعد کی مقامی تہذیب نے جو نہ جانے کتنی قوموں کے خدوخال کا مظہر تھی، اسلام کے انقلابی نظریۂ حیات کو اس درجے اپنے اندر جذب کیا کہ بالآخر یہی خطہ مسلمانوں کا خطہ بن گیا اور جب گلوب پر پاکستان کا نقشہ اُبھرا تو یہ خطہ

اس کے بازو نے شمشیر زن کے طور پر دمک رہا تھا۔

تاریخ فرشتہ وہ پہلی کتاب ہے جس میں قاسم فرشتہ نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھنے والے پہلے مسلمان کا تذکرہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے، ۴۴ھ میں معاویہ بن ابی سفیان نے زیاد بن اُمیہ کو بصرہ، خراسان اور سیستان کا والی مقرر کیا۔ اس سال زیاد کے حکم سے عبدالرحمٰن بن شمر نے کابل فتح کر کے وہاں کے لوگوں کو مطیع بنا لیا۔ اس واقعے کے کچھ ہی عرصے بعد مہلب بن صفرہ جو عرب کے امرائے کبار میں سے تھا، مرو کے راستے کابل و زابل آیا اور اس نے ہند جا کر کفار سے جہاد کیا، وہاں سے جو دس بارہ ہزار افراد گرفتار کیے، ان میں سے کچھ مسلمانوں کی انسان دوستی اور اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔

ایلیٹ اور ڈاوسن نے مہلب بن ابی صفرہ کے اس معرکے کی تفصیل دی ہے جس کا خلاصہ اس لیے ضروری ہے کہ پوٹھوہار میں مسلمانوں کی آمد اور اس کے دور رس اثرات کا تجزیہ کرتے میں مدد ملتی ہے۔ ان کے مطابق ۴۴ھ میں ایک مسلم سردار مہلب بن ابی صفرہ (جس کی فوج کی اکثریت کا تعلق قبیلہ بنی ازد سے تھا، جو خراسان میں بہت طاقتور تھا اور بعد میں بنو اُمیہ کے زوال کا سبب بنا)، ہند کی سرحد سے داخل ہوا بنا (بنوں) اور الاہوار (لاہور تحصیل صوابی) تک پیش قدمی کی۔ تاریخ فرشتہ کے مطابق تو وہ لوگ ملتان تک چڑھ آئے تھے۔ مہلب نے ان علاقوں کو پامال کیا اور واپسی پر اپنے ساتھ کئی ہزار قیدیوں کو فوجی مستقر خراسان لے گیا۔ بعد میں دوبارہ یہاں واپس آیا اور الاہوار (لاہور تحصیل صوابی) کے گورنر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔

اس واقعے کی مزید تفصیل مولانا ابوظفر ندوی نے تاریخ سندھ میں دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مہلب بن ابی صفرہ ۴۴ھ (۶۶۴ - ۶۵) میں ایک فوج لے کر ہند کی طرف بڑھے اور درہ خیبر سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ مہلب کابل اور پشاور کی درمیانی گھاٹیوں سے ہو کر اس علاقے میں پہنچے جو اس زمانے میں سندھ میں شامل تھا، اور اس کو تاخت و تاراج کر کے واپس ہوئے۔ واپسی میں شہر قندابیل کے متصل ان کا مقابلہ دشمن سے ہوا، جس میں دشمن کو شکست ہوئی اور بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اس فتح کے بعد وہ کیکان (قلات) آئے۔ یہاں اُن کا مقابلہ اٹھارہ ترک سواروں سے ہوا، جو باوجود اپنی قلیل تعداد کے مزاحم ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے

گئے ۔ ان کا جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں کچھ گھوڑے بھی تھے جن کی ایالیں اور دُمیں کٹی ہوئی تھیں ۔ یہ طریقہ مہلب کو بہت پسند آیا ۔ اُنھوں نے حکم دیا کہ لشکرِ اسلام کے تمام گھوڑوں کی ایالیں اور دُمیں کاٹ دی جائیں ۔ اس اعتبار سے مہلب پہلے مسلمان تھے جو درۂ خیبر سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔"

مولانا ابوظفر احمد ندوی کا بیان ہے کہ مہلب درۂ خیبر سے ہندوستان میں داخل ہوئے ۔ اگر وہ درۂ خیبر سے داخل ہوئے تو راستے میں بنوں نہیں پڑتا ہے ۔ چنانچہ یہ بات تشریح طلب ہے کہ مہلب براستہ درۂ خیبر آئے تھے یا درۂ گومل کو پار کرکے بنوں پہنچے تھے ۔ مولانا ابوظفر ندوی نے اپنے اس بیان کے اصل ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ۔ اس سلسلے میں کوئی اور واضح شہادت بھی موجود نہیں ہے ۔ لیکن یہ بات درست مان لینے میں کوئی قباحت نہیں کہ لاہور، (تحصیل صوابی) کو تسخیر کرنے کے بعد یہ لشکر اس علاقے میں پہنچا ہوگا جو اس زمانے میں سندھ میں شامل تھا ۔ یہ علاقہ قدیم ٹیکسلا، ٹکا دیس، ٹاکیشر یا موجودہ پوٹھوہار تھا، جس کو اس دور میں سندھ کے راجا چچ برہمن (۱۱ھ تا ۴۲ھ) نے فتح کر لیا تھا ۔ چچ نامہ کا مصنف لکھتا ہے ۔

"چچ نے ملتان فتح کرنے کے بعد وہاں ایک ٹھاکر کو حاکم مقرر کیا ۔ خود بت خانہ منروی میں فتحِ ملتان کی خوشی میں بت کے سامنے سجدہ ریز ہوا اور صدقہ دے کر بالائی ممالک کی طرف روانہ ہوا ۔ برہم پور، کرور، اشبہار کے حاکموں نے بلا مقابلہ چچ کی اطاعت قبول کر لی اور وہاں سے وہ تاکیشر اور کشمیر کی حد تک جا پہنچا ۔ راستے میں کوئی بھی راجا مزاحم نہیں ہوا ۔ جس جگہ بھی پہنچتا لوگ مطیع ہو جاتے ۔ یہاں تک کہ وہ قلعہ شاکلہار جا پہنچا ۔ یہ جگہ کشمیر کی سرحد پر تاکیشر سے آگے بتائی جاتی ہے ۔ یہاں اس نے ایک ماہ تک قیام کیا ۔ آس پاس کے حاکموں کو اطاعت پر مجبور کیا اور چاروں طرف امن و امان قائم کیا اور اس جگہ جو پنج ماہیات کہلاتی ہے اور کشمیر کے پہاڑی سلسلوں سے متصل ہے، ندی کے کنارے دو پودے لگوائے جن میں ایک سفیدہ اور دوسرا دیودار کا تھا، اور اس نے اس وقت تک وہاں قیام کیا، جب تک یہ پودے بڑے ہو کر باہم دگر پیوست نہ ہو گئے ۔ پھر اس پر نشان لگوائے اور کہا کہ ہمارے اور کشمیر کے راجا کے درمیان یہ حد ہے ۔"

اگر مزید تحقیق کے بغیر ان حوالوں کو درست مان لیا جائے تو تاکیشر یا جدید پوٹھوہار تا سرحدِ کشمیر، مملکت سندھ میں راجا چچ کے زیر اقتدار تھا ۔ چچ کے مرنے کے تقریباً دو سال بعد مہلب بن ابی صفرہ کابل سے درۂ خیبر یا درۂ گومل کے راستے برصغیر میں داخل ہوئے ۔ بنوں، لاہور (تحصیل صوابی) یعنی گندھارا

اور تاکیشر کو فتح کرتے ہوئے ملتان جا پہنچے اور وہاں سے موجودہ سندھ کی تسخیر کے بعد مکران و قلات (بلوچستان) کو فتح کرتے ہوئے براستہ کوئٹہ و قندھار واپس خراسان چلے گئے ۔ جب دوبارہ وہ اپنے مفتوحہ ملک میں آئے تو اپنا مرکز لاہور (تحصیل صوابی) کو قرار دیا ۔

اس حوالے میں ایک جگہ پنج ماہیات کا تذکرہ اپنے کوائف کے اعتبار سے بہت دلچسپ ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ یہ پنج کٹھ کی بگڑی ہوئی شکل ہو ۔ پنج کٹھ حسن ابدال کے قریب معروف علاقہ آج بھی موجود ہے ۔ اگر پنج ماہیات سے مراد یہی جگہ ہے تو پھر جس قلعے کا یہاں ذکر آیا ہے وہ شاکلھار کے بجائے شاید شاکل وہار ہوگا ۔ وہار خانقاہ کو کہتے ہیں ۔ ممکن ہے اب اس خانقاہ کے آثار معدوم ہوگئے ہوں ۔ لیکن یہ بات بہر حال طے ہے کہ وہ ٹیکسلا کی راجدھانی سے گزر کر ہی کشمیر کی سرحد تک گیا ہوگا ۔

مہلب بن ابی صفرہ کے بعد غالباً دوسرا عرب مسلمان جو پوٹھوہار یا اس کے قرب و جوار میں آیا وہ محمد بن حارث علافی تھا ۔ یہ شخص عربوں کی شامی فوج میں شامل تھا ۔ چچ نامہ میں اس کا ذکر راجا داہر کے بیٹے جے سھنہ (جے سنگھ) کے بارے میں آیا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ بنوسامہ کے محمد بن حارث علافی نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو کسی میدان جنگ سے بھاگنے کی وجہ سے مار ڈالا لیکن بعد میں انتقام کے ڈر سے اپنے پانچ سو عرب ہمراہیوں کے ساتھ راجا داہر کے پاس چلا گیا ۔ چچ نامہ میں محمد بن حارث علافی کو صرف محمد لکھا گیا ہے یا علافی ۔ صرف ایک جگہ پر پورا نام تحریر ہے ۔ محققین کا خیال ہے کہ علافی نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو قتل نہیں کیا تھا ، بلکہ علافیوں نے خلیفہ عبدالملک کے عہد میں مکران کے والی سعید بن اسلم کلابی کے خلاف بغاوت کر کے اسے قتل کر دیا تھا ، اور بغاوت کا سبب یہ تھا کہ سعید نے بنو کلاب کے مغرور شخص سفھوی بن لام الحمامی کو سزائے ارتداد دی تھی ۔ بلاذری لکھتا ہے کہ معاویہ اور محمد بن حارث علافی اس سازش کے سرغنہ تھے ۔ سعید کے قتل کے بعد علافیوں نے مکران پر قبضہ کر لیا اور اس وقت تک قابض رہے جب تک ۸۵ھ (۱۲/۶۷) کے نزدیک حجاج بن یوسف نے مجاعہ بن سفر کو مکران کا والی مقرر نہیں کر دیا ، اور کہتے ہیں کہ مجاعہ کے پہنچنے سے پہلے علافی اپنے پانچ سو ہم رکابوں کے ساتھ بھاگ کر سندھ میں راجہ داہر کے پاس پناہ گزین ہوگیا تھا ۔

اس نے داہر کی طرف سے رمل کے راجا پر شب خون مار کر اسے شکست دی ، اور جب محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا تو راجا داہر نے علافی کو بلا کر کہا کہ تم کو ہم نے پناہ دی تھی اور آج دشمن ہم پر چڑھ

دوڑسے ہیں - چونکہ تم عربوں کے طریق جنگ سے خوب واقف ہو، اس لیے میں فوج کے ایک دستے کی کمان تمھیں سونپتا ہوں - محمد علافی نے راجا داہر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے دین میں اپنے ہم مذہبوں سے جنگ حرام ہے - اگر میرے ہاتھ سے وہ مارے گئے تو میری جگہ جہنم ہوگی، اور اگر انھوں نے مجھے قتل کیا تب بھی میں حرام موت مروں گا - اس لیے مجھے اس مبارزت سے معاف فرمائیے - داہر نے کہا اگر تم ہماری طرف سے اس جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے تو اس ملک سے چلے جاؤ - محمد علافی بیلمان چلا گیا اور وہاں داہر کے قتل تک مقیم رہا - تاہم چچ نامہ کی اس روایت کی تردید خود اس کتاب کے اگلے صفحات میں مذکور ایک بیان سے ہو جاتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ محمد علافی نے آخری وقت تک راجہ داہر کا ساتھ دیا اور داہر کے لڑکے جے سھنہ (جے سنگھ) کے مشیر کی حیثیت سے محمد بن قاسم کے خلاف جنگ میں شامل رہا -

جب مقابلے کی تاب نہ لاکر جے سھنہ (جے سنگھ) برہمن آباد سے بھاگ کر چتروڑ چلا گیا تو محمد علافی بھی اس سے الگ ہو کر پہلے تاکیہ (تاکیشر) اور پھر کشمیر چلا گیا - کشمیر پہنچ کر اس نے راجا کو خط لکھا کہ میں آپ کی کرم گستری کی توقع پر یہاں آیا ہوں - راجا نے اسے دربار میں بلایا اور پچاس گھوڑے سازوزین کے ساتھ دیے اور اس کے ساتھیوں کو دو صد خلعت سے نوازا، اور موضع شاکلھار جو کشمیر کے مضافات میں ہے، اسے بطور جاگیر عطا کیا - جب دوسری بار محمد بن حارث علافی دربار میں حاضر ہوا تو اس کو راجا نے چتر، کرسی اور پالکی کے علاوہ بہت سا قیمتی سامان تحفتہً دیا، اور اس کو وہ اعزاز بخشا جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہے - اس کے بعد وہ ایک مدت تک شاکلھار میں رہا - اس کی موت کے بعد جہم بن سامہ اُس کا جانشین ہوا، جس کی نسل اب تک وہاں موجود ہے - اس نے وہاں مساجد تعمیر کیں، اسے بے حد قدرومنزلت حاصل ہوئی اور کشمیر کے راج دربار میں اس کا بہت احترام تھا -

علافی آخری عرب نہ تھا جو اس علاقے میں آیا، بلکہ بعض محققین کا خیال ہے کہ محمد بن قاسم نے ملتان کی فتح کے بعد ابوحکیم شیبانی کو دس ہزار سوار دے کر قنوج کی طرف روانہ کیا اور اس سے کہا کہ پہلے راجا کو دعوتِ اسلام دینا - اگر وہ نہ مانے تو اسے جزیہ، خراج اور اطاعت کی طرف مائل کرنا، اس کے بعد وہ خود ایک لشکر کے ساتھ کشمیر کی سرحد پر پنج ماہیات پہنچا، جہاں اس سے پہلے راجا داہر کے باپ چچ سلائج نے سفیدہ اور دیودار کے پودے لگا کر سرحد قائم کی تھی - محمد بن قاسم نے بھی اس کی متعین کی گئی سرحد کو تسلیم کیا اور اس کی تجدید کی -

اس بات کا امکان موجود ہے کہ مامون الرشید کے عہد میں عباسی عساکر نے بھی اس خطے کو پامال کیا ہو۔ کیونکہ مامون الرشید اور امین الرشید کے درمیان تاج و تخت کی جنگ کے دوران کابل کے ترک شاہیہ حکمران نے موقعے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے خراسان کے کچھ علاقوں پر جو خلافت عباسیہ کے زیر نگیں تھے، قبضہ کر لیا تھا۔ مامون اس وقت تو خاموش رہا، لیکن جوں ہی خانہ جنگی سے فارغ ہوا تو کابل کے راجا کی طرف متوجہ ہوا۔ وادیٔ کابل کے کسی مقام پر افواج کے درمیان جنگ ہوئی۔ ترک شاہیہ حکمرانوں کو شکست ہوئی اور اُنھوں نے اپنے عمائد کے ساتھ مرو میں خلیفہ کے سامنے پیش ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اس جنگ میں کشمیر کے راجا نے ترک شاہیہ کی کمک کے لیے اپنی افواج بھیجی تھیں۔ چنانچہ کابل کے معرکے سے فارغ ہو کر عباسی عساکر نے کشمیریوں کا پیچھا کیا اور وہ گندھارا کو تاراج کرتے ہوئے تبت تک جا پہنچے۔ اس اجمال کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر عباسی لشکر کشمیر تک گیا تو یقیناً اس کا گزر پوٹھوہار سے ہوا ہوگا لیکن اس کی تفصیل کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔

محمود غزنوی سے قبل پوٹھوہار میں مسلمانوں کی آمد کی تصدیق ان تاریخی حوالوں کے علاوہ بلاذری کی فتوح البلدان میں مذکور ایک واقعے سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے مطابق عسیفان، ملک سندھ کے بعد پنجاب سے متصل ملتان، کشمیر اور کابل کے درمیان واقع ہے۔ وہ ابوبکر مولی سے روایت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عسیفان کے بادشاہ کا لڑکا سخت بیمار ہو گیا۔ بادشاہ نے پجاریوں سے کہا کہ وہ بڑے بت سے اس کی صحت یابی کے لیے دعا کریں۔ پجاریوں نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ بت نے ہماری التجا قبول کر لی ہے اور شہزادہ صحت یاب ہو جائے گا۔ لیکن پجاریوں کی پیش گوئی کے برعکس وہ فوت ہو گیا۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ بت کدہ کو مسمار کر دیا جائے۔ اس حکم کی فوراً تعمیل کر دی گئی۔ پھر اس نے عسیفان میں مقیم مسلمان تاجروں کی ایک جماعت کو طلب کیا۔ اُنھوں نے اس کے سامنے اللہ کی وحدانیت کی اس قدر مؤثر تبلیغ کی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ یہ واقعہ خلیفۃ المسلمین معتصم باللہ (متوفی ۸۴۹ء) کے عہد میں پیش آیا۔

مؤرخین کو اس واقعے کی صحت میں اس لیے تامل ہے کہ اس کا ذکر کسی اور کتاب میں موجود نہیں۔ تاہم اس واقعے کو صرف اس بنا پر کلی طور پر رد بھی نہیں کیا جا سکتا کہ بلاذری جیسے ثقہ شخص نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں صرف رنگ آمیزی کے لیے اس واقعے کو شامل کر لیا ہے۔ پھر تاریخ

سندھ میں مرقوم درج ذیل سطور اس واقعے کے بنیادی پہلو یعنی مسلمانوں کی اس علاقے میں موجودگی کا واضح طور پر اظہار کرتی ہیں ۔

" سندھ کی یہ ریاست گندھارا کہلاتی تھی اور اس کا پایہ تخت ویہند تھا جو اٹک سے کچھ فاصلے پر واقع تھا ۔ ویہند کے مغرب میں چارسدہ (پشکلاوتی) اور مشرق میں ٹیکسلا واقع تھا ۔ ویہند ہندوستان کے پُرانے شہروں میں تھا ۔ یہاں کا راجا ہندو تھا ، لیکن اس ریاست میں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی ۔ سلطان محمود غزنوی نے پشاور فتح کرنے کے بعد اس علاقے پر قبضہ کر لیا ۔"

اگر ویہند (ہنڈ) میں محمود غزنوی کی آمد سے پہلے مسلمانوں کی آبادی ہو سکتی ہے تو عسیفان میں مسلمان کیوں نہیں ہو سکتے ۔ مسعودی نے بھی لکھا ہے کہ تقان کا راجا مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا تھا ۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہاں مسلمان بالکل ابتدائی عہد میں فاتح ، سیاح اور تاجر کی حیثیت سے آ چکے تھے ۔ بعد میں ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس سرزمین میں بود و باش اختیار کر لی تھی ۔ مسلمان اپنی شجاعت ، راست گوئی ، دیانت داری اور دین داری کی وجہ سے عوام و خواص میں یکساں مقبول تھے اور ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔

ان تاریخی شواہد سے موجودہ پوٹھوہار کے علاقے میں مسلمانوں کی آمد اور یہاں کی تہذیب پر ان کے فکر و فلسفہ کے دور رس اثرات کے آغاز کی نشان دہی ہوتی ہے ۔ یہ درست ہے کہ ان واقعات یا مسلمانوں کی یہاں پر آبادیوں کو ہم پوٹھوہار کے اسلامی دور کے باقاعدہ آغاز کا نام نہیں دے سکتے ۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ پر ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس سرزمین کے باقاعدہ مسلمان حکمران محمود غزنوی سے قبل مسلمانوں کے بارے میں مقامی آبادیوں کے رویوں میں تبدیلی آ چکی تھی ۔

لہٰذا ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ اگرچہ گیارھویں صدی عیسوی ہی سے اس علاقے میں اسلامی عہد کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے ، لیکن اس سے تقریباً تین صدی پہلے اس سرزمین پر اسلام کا سورج طلوع ہو چکا تھا ۔ ان فضاؤں میں اذان کی آوازیں گونج چکی تھیں ، مسجدوں کے مینار اور عبادت خانوں کے گنبد تعمیر ہو چکے تھے ۔

گیارھویں صدی کے آغاز میں محمود غزنوی اپنی افواجِ قاہرہ کے ساتھ برصغیر میں وارد ہوا اور یوں پوٹھوہار سے ہندو شاہیہ کا طویل اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ۔ بعض روایات کے مطابق سلطان محمود غزنوی کے

ساتھ اس کا ایک سالار عطا اللہ غازی بھی جو نہ صرف ایک بہادر اور آزمودہ کار سپاہی تھا، بلکہ ایک باعمل سچا مسلمان مجاہد و مبلغ بھی تھا، خطۂ پوٹھوہار میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کے دو بیٹے بھی یہاں آئے ۔ ان میں ایک کا نام سالار رسا ہو اور دوسرے کا نام سالار قطب شاہ تھا۔ ان دونوں نے دین اسلام کی بڑی خدمت کی۔ سالار قطب شاہ نے تو یہیں پر سکونت اختیار کر لی۔ لیکن ان کی آمد مفتوحین کو نہ بھائی اور وہ ان کے درپے آزار ہو گئے ۔ چنانچہ دھنکوٹ کا ہندو سردار کلک، سالار قطب شاہ پر حملہ آور ہوا ۔ لیکن عددی اکثریت کے باوجود اسے منہ کی کھانی پڑی ۔ مسلمانوں کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر کلک بھی بالآخر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ۔ اور اس کی رعایا سے بھی ہزاروں افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد کچھ اور سرداروں سے بھی قطب شاہ کی جنگ ہوئی ، لیکن ہر جنگ میں مسلمان فتح و نصرت سے ہم کنار ہوئے ۔ اُن معرکوں میں مسلمانوں کی فتح دینی تبلیغ کا ذریعہ بنتی گئی ۔ سالار قطب شاہ اور اس کے ساتھیوں کی کاوش سے یہاں پہلے پہل اسلام کی باقاعدہ تبلیغ و اشاعت ہوئی۔ قطب شاہ کی اولاد جو قطب شاہی اعوان کہلاتی ہے اس سرزمین میں خوب پھلی پھولی اور آج پوٹھوہار میں کثیر تعداد میں آباد ہے ۔[1]

---

[1] اعوانوں کی اصل کے بارے میں محققین نے مختلف آرا پیش کی ہیں ۔ مثلاً سر الیگزنڈر کننگھم کا خیال ہے کہ آوان (اعوان) پوٹھوہار میں سکندر اعظم کی آمد (۳۲۶ ق م) سے قبل آباد تھے اور انھوں نے یہاں سے ٹکا قبیلے کو مار بھگایا۔ کننگھم نے اس دعوے کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی ہے کہ پلینی نے لکھا ہے کہ ٹیکسلا ضلع انودان میں واقع ہے۔ اس نے کسی مزید ثبوت کے بغیر انو وان کی صوتی مماثلت کی بنا پر آوان قرار دے دیا ۔

میجر راورٹی کہتا ہے کہ ننگر ہار (افغانستان) اور دریائے سندھ کے درمیان کسی زمانے میں بدنی یا بدلی آباد تھے جو بہت سے قبائل کا مجموعہ تھے ۔ انھیں افغان قبائل نے اس علاقے سے بے دخل کیا اور وہ سندھ ساگر دوآب میں آباد ہو گئے ۔ اعوان کھتڑ اور گکھڑ انھیں بدنی قبائل میں سے ہیں ۔

چند مغربی محققین کا خیال ہے کہ اعوان راجپوت ہیں ۔ وہ یہ بات اس بنا پر کہتے ہیں کہ اعوانوں کے بہت سے گوتوں کا نام ہندوانہ ہے ۔ اور شجرہ نسب میں بھی قطب شاہ کے (باقی اگلے صفحہ پر)

۱۰۰۴ء میں سلطان محمود غزنوی جب راجا بجی رائے بھاٹیہ سے برسرِ پیکار تھا تو راجا جے پال کے لڑکے انند پال نے پوٹھوہار میں بغاوت کی۔ محمود بجی رائے کو شکست دے کر بسرعت واپس لوٹا اور انند پال

(گذشتہ سے پیوستہ) فوراً بعد کچھ ہندوانہ نام آتے ہیں، مثلاً ہرکرن رائے۔ سر ڈینزل ابٹسن اپنے اس دعوے کے ثبوت کے طور پر کہتا ہے کہ اعوان اب تک ہندو برہمن کو خاندانی پجاری کے طور پر رکھتے ہیں۔

تحقیق الاعوان میں خواص خان صاحب فرماتے ہیں کہ اعوان، محمد ابن الحنفیہ بن علیؓ کی اولاد ہیں۔ وہ محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے۔ میر قطب شاہ ان کے مورثِ اعلیٰ ہیں (متوفی ۴۳۱ھ / ۱۰۳۹ء) اور ان کا مدفن غزنی ہے۔

انور بیگ اعوان کا دعویٰ ہے کہ اعوان، عون بن یعلےٰ عباسی علوی قریشی المقلب بہ قطب شاہ (۵۵۶ھ / ۱۱۶۰ء) کی اولاد ہیں۔ آپ بغداد سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے زیرِ ہدایت ہندوستان میں تبلیغ دین کے لیے تشریف لائے اور چھ برس قیام فرما کر واپس بغداد چلے گئے۔

میری ذاتی رائے ہے کہ اعوان کا تعلق نہ تو محمود غزنوی سے ہے اور نہ یہ حضرت عون بن محمد کی اولاد ہیں۔ لیکن یہ عرب ضرور ہیں اور محمود غزنوی کی آمد سے پہلے یہ یہاں موجود تھے۔ اس بات کی تصدیق شیر بہادر بنی صاحب نے اپنی گراں قدر تالیف "تاریخ ہزارہ" میں بھی کی ہے۔ اگر اعوان (عون کی جمع) کو اصل معنی مددگار یا حمایتی کے طور پر لیا جائے تو انھیں عربی النسل ثابت کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ جو عرب بنی سامہ کے محمد بن حارث علافی کے ساتھ آٹھویں صدی عیسوی میں شاکلھار میں آباد ہوئے تھے، وہ پہلے تو راجا داہر کے مددگار بنے۔ اس کی شکست کے بعد کشمیر کے راجا نے بھی انھیں اسی حیثیت میں اپنی سرحد پر آباد کیا اور شاید یہی لوگ بعد میں مسلمانوں کی آمد پر اُن کے مددگار ثابت ہوئے اور اس بنا پر اُنھیں اعوان کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اور ممکن ہے کہ آج کے یہ اعوان انہی بنی سامہ کی اولاد میں سے ہوں۔ میری اس رائے کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ رچنا دوآب کے اعوانوں کا دعویٰ ہے کہ اُن کے مورثِ اعلیٰ عرب تھے اور سندھ سے پنجاب منتقل ہوئے تھے۔

کی گوشمالی کی اور مفتوحہ علاقے کی نگرانی پر جے پال کے نواسے سکھ پال کو مقرر کیا جو پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا، اور تاریخ میں اسے نواسہ شاہ یا نواسہ خان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس نے بھی بدعہدی کی اور کچھ عرصے بعد مرتد ہوگیا۔ سلطان محمود اسے سزا دینے واپس آیا۔ سکھ پال نے محمود کا مقابلہ کیا، لیکن اسے شکست ہوئی اور بھاگتے ہوئے پکڑا گیا۔ محمود کے سامنے پیش ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ سلطان محمود نے چار لاکھ درہم تاوانِ جنگ وصول کر کے اسے علاقے کی نگرانی پر بحال کر دیا اور اس نے پھر سے اسلام قبول کر لیا۔ پوٹھوہار کی تاریخ میں نواسہ شاہ ہندو حکمران خاندان کا پہلا شخص تھا جو مسلمان ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ گکھڑوں کا جدِّ امجد گکھڑ شاہ بھی محمود غزنوی کے ساتھ پوٹھوہار آیا اور محمود نے ہندوستان سے مراجعت کے وقت اسے پوٹھوہار کی حاکمیت کا فرمان جاری کر دیا۔ لیکن یہ بات اس لیے محلِ نظر ہے کہ ۱۰۰۸ء میں جب محمود غزنوی نے انند پال پر حملہ کیا تو گکھڑ چھچھ کے میدان (حضرو کے آس پاس) میں دوسری افواج کے علاوہ تیس ہزار برہنہ پا اور برہنہ سر اس کے مدِّ مقابل کھڑے تھے۔ اگر گکھڑوں کے مورثِ اعلیٰ محمود کے ساتھ ہندوستان آئے تو یہ انند پال کے پرچم تلے محمود کے مقابلے میں کہاں سے آئے؟۔ بہر حال اس جنگ میں یہ لوگ اس جواں مردی اور ہمت سے لڑے کہ محمود کی فوج کے پاؤں اکھڑنے لگے، مگر محمود کی قسمت نے یاوری کی اور اچانک لشکرِ مخالف کو شکستِ فاش ہوئی۔ پوٹھوہار کی یہ جنگ وہ تھی جس نے ہندوستان کی تقدیر بدل دی اور آنے والی صدیوں کے لیے مسلمانوں کے سر پر ہندوستان کی حکمرانی کا تاج رکھ دیا۔ کہتے ہیں کہ اس شکست کے بعد بہت سے ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس طرح سے خطۂ پوٹھوہار غزنوی عہد میں اسلامی سلطنت کے زیرِ نگیں آیا۔ محمود اور اس کی اولاد نے اپنے فطری میلانِ طبع کے تحت اس علاقے میں جابجا مساجد، مدرسے اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ ان میں سے ایک مسجد مارگلہ پہاڑ کے جنوب مغربی نشیب میں شاہ اللہ دتہ اور خرم پراچہ کے درمیان گڑھی میں آج بھی موجود ہے اور مسلمانوں کی بے حسی اور خداوندانِ آثارِ قدیمہ کی بے توجہی پر ماتم کناں ہے۔ اس مسجد کے قریب اس قلعے کے آثار بھی موجود ہیں جہاں سلطان مسعود غزنوی کو اس کے بھتیجے نے قتل کیا تھا اور قلعے سے کچھ فاصلے پر رباط مارگلہ میں سلطان مسعود کا بھائی سلطان محمد فروکش تھا۔ اسی رباط میں اس کی تخت نشینی کی تقریب ہوئی۔

مارگلہ کے اس دامن میں معروف گندھارا تہذیب کے مسکن ٹیکسلا تے جو زمانۂ قدیم سے برصغیر

میں معدنِ علوم و فنون کے طور پر مشہور ہے ، غزنوی عہد میں ایک نئی کروٹ لی ۔ یہاں اسلامی علوم و فنون کی درس گاہیں قائم ہو گئیں ۔ ان درس گاہوں کے فارغ التحصیل علما و حکما نے پورے برصغیر کو علم و حکمت کے نور سے منور کر دیا اور یہ اسی ابتدائی اسلامی عہد کا فیض ہے کہ بدھوں کی قدیم یونیورسٹی جولیاں اور ہندوؤں کے آشرم کٹاس راج کے توسط سے پہچانی جانے والی یہ دھرتی اب قائد اعظم یونیورسٹی اور شاہ فیصل مسجد ، اسلام آباد کے توسط سے دنیا بھر میں متعارف ہے ۔

کتابیات

۱ ۔ اعجاز الحق قدوسی — تاریخ سندھ حصہ اول
۲ ۔ مولانا ابوظفر ندوی — تاریخ سندھ
۳ ۔ محمد قاسم فرشتہ — تاریخ فرشتہ (فارسی)
۴ ۔ علی بن حامد بن ابی بکر الکوفی — چچ نامہ (فارسی) (تحقیق ڈاکٹر نبی بخش بلوچ)
۵ ۔ آغا عبد الغفور — ٹیکسلا کا تہذیبی سفر نامہ
۶ ۔ ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار — ٹیکسلا (پنجابی)
۷ ۔ عزیز ملک — پوٹھوہار
۸ ۔ سبحان رائے بٹالوی — خلاصۃ التواریخ (فارسی)
۹ ۔ میر شیر علی افسوس — آرائش محفل
۱۰ ۔ ڈاکٹر شیر بہادر پنی — تاریخ ہزارہ
۱۱ ۔ خواص خاں — تحقیق الاعوان
۱۲ ۔ انور بیگ اعوان — دھنی ادب و ثقافت